احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کیلئے

روزنامہ الفضل ربوہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

فون: ۳۴۹

ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۴۲/۷۷ | اتوار ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ، ۲۵ اخاء ۱۳۷۱ ہش، ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء | نمبر ۲۴۵

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کوئی بھوکا نہ رہے

احمدیوں میں عام طور پر یہ احساس پایا جاتا ہے کہ کوئی احمدی بھوکا نہ رہے لیکن میرا احساس یہ ہے کہ ابھی اس حکم پر کما حقہٗ عمل نہیں ہو رہا اس لئے آج میں ہر ایک کو جو ہماری کسی جماعت کا عہدیدار ہے "متنبہ" کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ذمہ دار ہے اس بات کا کہ اس کے علاقہ میں کوئی احمدی بھوکا نہیں سوتا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ آپ کو خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اگر کسی وجہ سے آپ کا محلہ یا جماعت محتاج کی مدد کرنے کے قابل نہ ہو تو آپ کا فرض ہے کہ مجھے اطلاع دیں۔ (ارشاد حضرت امام جماعت احمدیہ۔ الثالث)

اصل اور بنیادی حقیقت زندہ خدا کے تصوّر کو دلوں میں جاگزیں کریں

اسی سے انسان گناہوں سے بچ سکتا اور اعلیٰ اخلاق و آداب سیکھ سکتا ہے

بیوت الذکر کے آداب کو اپنی زندگیوں میں جاری کریں

ان کے فلسفے سے اپنی نسلوں کو آگاہ کریں

ٹورانٹو کینیڈا کی احمدیہ بیت الذکر سے حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لائیو ٹیلی کاسٹ ہونے والے خطبہ کا خلاصہ

ٹورانٹو (کینیڈا) ۲۳ اکتوبر سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہاں خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا کہ اصل اور بنیادی حقیقت خدا کا تصوّر ہے۔ یہ ایک ایسا زندہ تصور ہے جس کو دلوں میں جاگزیں کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی سے انسان گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ عبادات اور بیوت الذکر میں اسی تصور کو زندہ کیا جائے۔ حضور ایدہ اللہ نے بیوت الذکر اور عبادات کے آداب پر نہایت بصیرت افروز ارشادات فرمائے۔ یہ خطبہ ٹورانٹو (کینیڈا) میں نو تعمیر بیت الذکر سے براہ راست مواصلاتی سیارے کے ذریعے دنیا بھر میں ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔

(حضور کا خطبہ پاکستانی وقت کے رات دس بج کر پینتیس منٹ پر شروع ہوا۔ اور پونے بارہ بجے رات ختم ہوا۔ ٹی۔ وی پر خطبہ کے علاوہ اس نو تعمیر خوبصورت بیت الذکر کے بھی مختلف حصے دکھائے گئے۔ سفید رنگ کی یہ بیت الذکر نہایت دیدہ زیب اور خوبصورت ہے)

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے جماعت احمدیہ کینیڈا کو بہت وسیع خوبصورت سادہ اور دلکش بیت الذکر بنانے کی توفیق دی ہے اس موقعے پر مجھے خیال آیا کہ خصوصیت سے یورپ اور مغرب میں بسنے والوں کو بیوت الذکر کے آداب کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے یہاں کے بچے بعض اوقات دینی آداب و اقدار کا فلسفہ اپنے والدین سے پوچھتے ہیں جو بعض اوقات صحیح طور پر بتا نہیں سکتے اسی طرح عبادات کے آداب کے متعلق بھی بعض سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ آج میں ان سب کا جواب دے رہا ہوں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا۔ یہاں آنے سے قبل کراچی سے ایک دوست کا خط آیا کہ عام طور پر ننگے سر بیت الذکر میں جانے کا رواج پڑ گیا ہے۔ نئی نسل کے بچے اس امر سے بے پرواہ ہیں کہ بیت الذکر میں سر ڈھانپ کر جانا چاہیے اسی طرح ربوہ سے بھی خط ملے جن میں لکھا تھا کہ آپ جلدی آجائیے کیونکہ آپ کی غیر حاضری کے بہت سے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دینی آداب و اخلاق جن کی پہلے بہت پابندی کی جاتی تھی۔ اب ان کا رعب اٹھتا جا رہا ہے

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ایک انسان ساری دنیا میں تو نہیں جا سکتا اور اگر میں ربوہ میں ہوتا تب بھی ہر بیت الذکر میں تو نہیں جا سکتا تھا اس لئے اصل اور بنیادی حقیقت کو دلوں میں جاگزیں کرنے کی ضرورت ہے کہ خدا کا تصور ایک ایسا زندہ تصور ہے جو ہمیشہ اور ہر آن نگاہوں کے سامنے رہنا چاہیئے اور عبادات کا اس سے گہرا تعلق ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بارے میں یہ چاہیئے کہ جب عبادت کے لئے کھڑے ہوں تو بہترین طریق یہ ہے کہ یہ سوچو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ کر سکو تو یہ سوچو کہ تم خدا کی نظر میں ہو اور یہ سمجھو کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔

اس ضمن میں حضور ایدہ اللہ نے ٹوپی پہننے کے بارے میں فرمایا کہ یورپ کے رہنے والے جب مغرب میں ٹوپی پہننے کی اقدار کا سامنا کرتے ہیں تو اس کی پوری پابندی کرتے ہیں مثلاً کمرۂ عدالت میں کرسیٔ عدالت پہ جج ہمیشہ سر کو ڈھانک کر بیٹھتا ہے۔ اور حاضرین میں سے کسی کی مجال نہیں کہ جج کے سامنے ٹوپی پہن کر بیٹھے۔ یہ مغرب کا ایک دستور ہے ہمارے بچوں کو یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ یہاں پر ٹوپی پہننے کے آداب کی کیوں پابندی ضروری ہے؟ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ ٹوپی عزت کا ذریعہ ہے۔ جج کے سامنے اس لئے ٹوپی پہننے سے روکا گیا ہے کہ اس سے عدالت عالیہ کی ایسی ہتک ہوتی ہے کہ گویا عدالت کے احترام میں کوئی اور بھی شریک ہو گیا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا تو بتانے کی بات یہ ہے کہ ٹوپی کا تعلق عزت سے ہے۔ اللہ نے اپنے حضور حاضر ہونے والوں کو ٹوپی پہننے کی ہدایت کر کے انہیں عزت بخشی ہے اور یہ سکھایا ہے کہ میرے سامنے عزت کا مقام پانا ہے تو عزت لے کر آؤ۔ اور دنیا کی سب تہذیبیں اس عزت کو تسلیم کرتی ہیں تو پھر کیوں مغربی تہذیب کے پیچھے چل کر اس کو تبدیل کیا جائے؟ خدا نے جو عزت دی ہے اس کو تو چوم کر سر ماتھے پر قبول کرنا چاہیئے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ لوگ مجھے ملنے آتے ہیں تو اگر ان کے پاس ٹوپی نہیں ہے تو مانگ کر لاتے ہیں۔ یہ مانگی ہوئی ٹوپی فوراً نظر آجاتی ہے۔ کوئی کان پر لٹکی ہوتی ہے اور کوئی سر کی چوٹی پر ٹکی ہوتی ہے۔ تو ان لوگوں کو خیال یہی ہے کہ جس سے ملنے جائیں اس کے آداب بھی پورے کریں۔ یہی وہ خیال ہے جس کو ساری زندگی پر چھا جانے کی ضرورت ہے۔ ایک عام آدمی اور عارف باللہ میں یہی فرق ہے کہ عام آدمی بیت الذکر میں جا کر خدا کی حضوری کا جو تصور لیتا ہے اس کو وہیں چھوڑ کر باہر نکل جاتا ہے جبکہ عارف باللہ اس کو اپنا لیتا ہے اور

باقی صـ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ | پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دار النصر غربی۔ ربوہ | قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۵۔ اخاء ۱۳۷۱ ہش ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۹۲ء

مشعلِ راہ

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر سلامتی نازل فرماتا رہے۔ فرماتے ہیں:

۱۔ اس میں شک نہیں ہے کہ انسان بعض اوقات تدبیر سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن تدبیر پہ کلی بھروسہ کرنا سخت نادانی اور جہالت ہے جب تک تدبیر کے ساتھ دعا نہ ہو کچھ نہیں اور جب تک دعا کے ساتھ تدبیر نہ ہو تو کچھ فائدہ نہیں۔

۲۔ یہ بڑی رعونت کی جڑ اور بیماری ہے کہ دوسرے کی خطا پکڑ کر اشتہار دے دیا جاوے۔ ایسے امور سے نفس خراب ہو جاتا ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

۳۔ اس بات کو مکرر یاد رکھو کہ جب بخل و حسد اور فسق و فجور کی زہریلی ہوا پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت سرد ہو جاتی ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ سے ہراساں و ترساں ہونا چاہیئے وہ نہیں رہتا۔

۴۔ اخلاص اور محبت سے کسی کو نصیحت کرنی بہت مشکل ہے لیکن بعض دفعہ نصیحت کرنے میں بھی ایک پوشیدہ بغض اور کبر ملا ہوا ہوتا ہے۔

۵۔ ایک شخص کو خیر خواہ کہہ سکتے ہیں مگر حقیقت میں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ خیر خواہ ہے یا کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو خوب جانتا ہے کہ اس کی اطاعت و محبت کس رنگ سے ہے۔

۶۔ یہ کس قدر احسان اللہ تعالیٰ کا ہے کہ جب وہ ایک دفعہ درگذر کرتا اور عفو فرماتا ہے پھر اس کا کبھی ذکر ہی نہیں کرتا۔ اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔

۷۔ بیمار اگر طبیب کی پوری اطاعت نہیں کرتا تو اس سے کیا فائدہ؟ ایک عارضہ نہیں تو دوسرا اس کو لگ جائے گا۔ اور وہ اس طرح پر تباہ اور ہلاک ہو گا۔

۸۔ ہر کام میں اس کے خدا ہی مد نظر ہو۔ کھاتے پیتے۔ عمارت بناتے۔ دوست و دشمن کے معاملات۔ غرض ہر کام میں خدا تعالیٰ ملحوظ ہو تو سب کاروبار عبادت ہو جاتا ہے۔ لیکن جب مقصود متفرق ہوں پھر وہ شرک کہلاتا ہے۔

۹۔ جبکہ یہ ثابت ہے کہ پھر اس دنیا میں واپس آنا نہیں ہے۔ اور یہاں سے تمام قصہ تمام کر کے جائیں گے اور پھر دنیا سے کوئی تعلق باقی نہ رہے گا۔ تو املاک و اسباب کا خیال کرنا کہ اس کا وارث کوئی ہو یہ شرکاء کے قبضے میں نہ چلے جاویں فضول اور دیوانگی ہے۔

۱۰۔ انسان ہمیشہ خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اس کی ہدایتوں کے توڑنے یا گناہ کرنے پر دلیر نہ ہو۔

رسن و دار میں ہوتا ہے اک ایسا چکّر
اپنا گھر چھوڑ کے جا بیٹھے کسی اور کے گھر
جو تعاقب میں تھے حیران و پریشان ہوئے
اور کئے ہم نے شب و روز مسرّت سے بسر

ابوالاقبال

وقفِ نو

نہ بے رُخی نہ کسی رُخ پہ برہمی ہو گی
چہار سمت ہنسی ہو گی سرخوشی ہو گی

اسی زمانے میں ہر امر آئینہ ہو گا
کوئی بھی بات نہ ہو گی جو اَن کہی ہو گی

بگل بجے گا عمل کا۔ عمل کا دن ہو گا
کہ انتظار تھا جس کا یہ وہ گھڑی ہو گی

ردائے شب جو ہٹے گی تو اوٹ سے اس کی
حسین صبح کھڑی مسکرا رہی ہو گی

ق

اُٹھو اُٹھو کہ کسی کارواں کے ساتھ ملو
چلو چلو کہ وہاں زندگی نئی ہو گی

نہ کچھ بتاؤ گے جب تک تم اہلِ دنیا کو
تمہی کہو کہ اُنہیں کیسے آگہی ہو گی

ہوئی ذرا سی بھی غفلت تو جان لو تب تک
گئی سَروں پہ قیامت گذر گئی ہو گی

بتا دو خواب کی دُنیا میں بسنے والوں کو
کھُلے گی آنکھ تو دُنیا بدل چُکی ہو گی

نئے چراغ جلیں گے جو نُور چشموں کے
اُنہی کے نُور سے گھر گھر میں روشنی ہو گی

منیجر (ریٹائرڈ) منظور احمد

★ اگر اب ہم واقفینِ نو کی پرورش اور تربیت سے غافل رہے تو خدا کے حضور مجرم ٹھہریں گے اور پھر ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اتفاقاً یہ واقعات ہو گئے ہیں۔
★ احتیاط کرنی ہو گی کہ لغو باتوں کے طور پہ یا مذاق کے طور پہ بھی واقفینِ نو آئندہ جھوٹ نہیں بولیں گے، کیونکہ یہ خدا کی مقدّس امانت اب آپ کے گھر میں پل رہی ہے۔
(ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ۔ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

افکارِ عالیہ

حضرت صاحب سادگی کا معیار تو رکھتے تھے لیکن مہمان نوازی کے بہت اعلیٰ معیار کے قائل تھے۔ ہماری والدہ بھی مہمان نواز تھیں۔ لیکن ایک فطری رنگ میں۔ حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کی براہ راست تربیت تو ان کو حاصل نہیں تھی نا۔ لیکن حضرت (امام جماعت احمدیہ الثانی) کو اصولوں کی ایسی گہری تربیت حاصل تھی کہ آپ کی مہمان نوازی کا معیار بہت بلند تھا۔ چنانچہ بارہا میری موجودگی میں ایسے واقعات ہوئے کہ آپ نے میری والدہ کو سبق دیئے کہ مہمان نوازی کا یہ بھی تقاضا ہوتا ہے، یہ بھی تقاضا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ کوشش کرتی تھیں کہ اس رنگ میں رنگین ہو جائیں۔ عورتوں کو یاد ہیں۔ بہت لوگوں کو یاد ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ میری والدہ ہی مہمان نواز تھیں۔ یہ پتہ نہیں تھا کہ پیچھے ہاتھ کونسا کام کر رہا تھا؟ ان چیزوں کو کون صیقل کر رہا تھا؟

ایک دفعہ کی بات ہے حضرت صاحب تشریف لائے اور کہا کہ فلاں چیز میں نے دی تھی، وہ ہے؟ مہمان آگئے ہیں۔ امّی نے کہا نہیں، وہ تو ختم ہو گئی۔ حضور نے فرمایا کچھ لاؤ، مہمان آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا اس وقت تو کچھ بھی نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ آئندہ ایک بات یاد رکھنا کہ جن گھروں میں اچانک آنا جانا ہو وہاں مہمان نوازی کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیشہ کچھ پس انداز کر کے رکھا جائے اچانک وقت کے لئے، چاہے دال روٹی ہو، چاہے چنے ہوں، لیکن ایسا وقت اس گھر پر نہیں آنا چاہیئے کہ کچھ بھی نہ ہو۔ ورنہ پھر انسان مہمان نوازی کے تقاضے پوری نہیں کر سکتا۔

چونکہ یہ تربیت کا رنگ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت (امام جماعت احمدیہ الثانی) کے سارے بچوں میں ہماری بہنوں میں بھی، بھائیوں میں بھی انکی توفیق کے مطابق مہمان نوازی کا جذبہ پیدا کیا اور یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ ہر ایک میں یہ مادہ موجود ہے اب اس مادے کا ٹکراؤ بعض دفعہ اقتصادی حالات سے ہو جاتا ہے جب ہم کالج میں تھے تو اتنا سا وظیفہ ملتا تھا کہ یا مہمان نوازی کریں یا کپڑے پہنیں۔ دو چیزیں اکٹھی تو نہیں چل سکتی تھیں۔ چنانچہ عادۃً، فطرۃً تربیت کا اثر تھا کہ جو ہمارے کالج میں آنے جانے والے دوست تھے ان کے ساتھ مہمان نوازی کا ایک انتظام چل رہا تھا۔ اس لئے اکثر میرا پیسہ ٹک شاپ چلا جاتا تھا اور پہننے کے لئے بعض دفعہ کپڑے نہیں ہوتے تھے۔ شلواریں سیتے تھے تو آہستہ آہستہ وہ ڈھل ڈھل کر تہ بن جاتی تھیں اور سیون سے پھٹنے لگتی تھیں۔ اس وجہ سے میں نے کالج کی کئی کلاسیں MISS کیں۔ اب میں نے بعد میں سوچا تو میں ناکام ہو گیا۔ بچپن میں ایک موقع پر کامیاب ہوا۔ جوانی میں ترقی کرنی چاہیئے تھی مگر میں ناکام ہو گیا۔ میری تعلیم کی راہ میں لباس کو حائل نہیں ہونا چاہیئے تھا۔

یہ احساس، احساس کمتری جو ہے یہ حکمت کا احساس نہیں ہے کہ ایک بچہ یا بڑا جو بھی ہو، وہ لباس کی وجہ سے اعلیٰ مقصد کے حصول میں ناکام رہ جائے۔ بے نیاز ہونا چاہیئے ایسی بلند نگاہیں ہونی چاہئیں کہ بالکل پرواہ ہی نہ ہو۔"

"اگر تقویٰ کا لباس دنیاوی لباس کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے تو پھر وہ الٰہی رنگ پکڑتا ہے ورنہ نہیں پکڑتا۔ ادنیٰ لباس بھی تکبر کا موجب بن جاتا ہے اگر اس خوف سے پہنے کہ اگر میں نے اعلیٰ پہنا تو لوگ کیا کہیں گے کہ اچھا! یہ دنیا دار ہے۔ چیتھڑے پہنے ہوئے لوگ ذلیل ہو جاتے ہیں۔ حقیقت میں انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتے ہیں۔ اگر یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ میں چیتھڑوں میں بڑا بزرگ لگوں گا، میں کم کھاؤں گا تو بڑا اچھا لگوں گا، لوگ کہیں گے یہ بڑا صوفی ہے، یہ بڑا نیک ہے، تو اس کو تو چیتھڑوں نے ہلاک کر دیا اور اگر کوئی اچھا لباس پہن کر فخر سے دنیا میں پھر رہا ہے فقر کے مقابل پر، تو وہ اس آزمائش میں مبتلا ہو گیا اور جو اپنے غریب بھائیوں پر صرف اس لئے تکبر کی نگاہ ڈال رہا ہے کہ ان کے پاس تھوڑا لباس ہے یعنی چھوٹے درجے کا لباس ہے، میرے پاس اچھے درجے کا لباس ہے وہ بھی مارا گیا۔ تو لباس التقویٰ رنگ بدلتا رہتا ہے۔ کہیں یہ آپ کے پاس غربت میں آزمائش کے لئے آجاتا ہے، کہیں امارت میں آزمائش کے لئے آجاتا ہے۔ اور ہر رنگ میں (صاحب ایمان) کے لئے امتحان ہی امتحان ہے۔

اس مضمون پر غور کرتے ہوئے اب میں ایک اور طرف آپ کو لے جاتا ہوں۔ وہ بھی اپنی یاد کے ساتھ وابستہ قصہ ہے۔ اسی کے حوالے سے میں چند باتیں آپ سے عرض کرتا چلا جاؤں گا۔

جب میں انگلستان گیا تو وہاں میں نے انگریزی لباس پہنا۔ ہمارا پاکستانی عام سادہ لباس جو تھا وہ تو وہاں میرے نزدیک چل ہی نہیں سکتا تھا۔ اس کا سنبھالنا بڑی مصیبت ہے۔ اب کون شلوار کو کلف دے اور استری کرے۔ اور پھر بڑا مہنگا پڑتا تھا۔ مجھے اس میں (یعنی انگریزی لباس پہننے میں) کوئی باک نہیں تھی۔ میں سمجھتا تھا اگر اس کو (انگریزی لباس کو) پہننے کی وجہ سے لوگ مجھے گنہگار سمجھتے ہیں تو سمجھتے رہیں کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے وہ لباس پہنا۔ جب واپس آنے لگا تو کسی نے کان میں یہ بات پھونکی کہ اب تم پاکستان جا رہے ہو، ربوہ پہنچو گے وہاں استقبال ہو گا اور یہ ہوگا، وہ ہوگا، اب تم شلوار قمیص اور اچکن پہن لو۔ میں نے کہا اب تو میں نہیں پہنوں گا۔ اگر یہ لباس (انگریزی لباس) میرے لئے گنہگاری کا لباس تھا تو پھر اس گنہگاری کا سب کو علم ہونا چاہیئے۔ یہ تو عجیب بات ہے کہ بارڈر بدلنے سے لباس بدل جائیں۔ یہاں برقعہ پہنا ہو اور جب عورت یورپ کے سفر پر جائے تو برقعہ یہاں چھوڑ جائے کہ یہ بارڈر کراس (CROSS) نہیں کر سکتا۔ یا اچکن وہاں بارڈر کراس نہ کر سکے اور پتلون وہاں سے ادھر بارڈر کراس نہ کر سکے یہ تو تمسخر ہو گیا، دین تو نہ ہوا۔ اور آگے جا کر مجھے اس بات کا بہت لطف آیا۔ جب میں ربوہ سٹیشن پر پہنچا تو خدام الاحمدیہ نے بڑا استقبال کیا ہوا تھا کیونکہ میں کافی دیر وہاں قائد رہا ہوں اور میں نے دیکھا نظریں بدل رہی ہیں۔ بعض لوگوں کو بڑا دھکا لگا۔ انہوں نے کہا (ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں) بھیجا کیا تھا اور واپس کیا بن کے آیا ہے مارے گئے ہم۔ بعض پچھتاتے ہوئے واپس چلے گئے کہ استقبال کی خواہ مخواہ ہم نے تکلیف کی۔ یہ تو چیز ہی اور بن گیا ہے۔ اچھا بھلا شلوار قمیص، وہ بھی پھٹی ہوئی، پہن کے پھرا کرتا تھا اور اب پتلون ڈانٹی ہوئی ہے، کوٹ پہنا ہوا اور ٹائی لگائی ہوئی ہے تو چہرے بڑے مایوس ہوئے اور مجھے بڑا لطف آیا۔ میں نے کہا (سب تعریف اللہ کے لئے ہے) خدا تعالیٰ نے مجھے ایک جھوٹی عزت سے بچا لیا۔ جس کی مجھے کوئی تمنا، کوئی خواہش نہیں۔ اس کا احسان ہے اگر مبتلا کر دیتا تو میں مارا بھی جاتا۔

اسی طرح ایک دفعہ سندھ کے دورے میں ہوا۔ حضور نے مجھے انگلستان سے آتے ہی وقفِ جدید میں لگا دیا۔ جب سندھ کے دورے پر گیا تو دنیوی لحاظ سے ایک بڑی بیک ورڈ (BACKWARD) جماعت میں بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ جس پر کچھ مولویت کا اثر بھی تھا۔ ویسے تو میں عام لباس بھی پہننے لگ گیا تھا۔ جو مرضی پہنتا تھا۔ میں نے اس میں کبھی فرق نہیں کیا۔ کیونکہ میرے نزدیک پتلون ہو، کوٹ ہو، کسی نے فرغل پہنا ہو، یا انڈونیشیا کی دھوتی پہنی ہو، یہ ساری بے معنی باتیں ہیں۔ بامعنی بات صرف ایک ہے کہ ہر لباس کے ساتھ تقویٰ رہنا چاہیئے چنانچہ وہاں میں نے جان بوجھ کر، عمداً ان کو ذرا چھیڑنے کے لئے اپنا بہترین سوٹ نکالا اور ٹائی پہنی اور ان کے پاس پہنچا۔ تو مجھے آج تک وہ SHOCK یاد ہے، وہ دھکے جو ان کی نظروں کو لگے۔ بعض تو استغفار کرتے ہوئے وہاں سے واپس چلے گئے کہ یہ واقعہ کیا ہو گیا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ مختلف رنگ میں سمجھایا گیا۔ آہستہ آہستہ عادتیں پڑیں۔ کچھ حوصلے وسیع ہوئے۔

لیکن اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ نتیجہ یہ نہیں نکلتا کہ آپ مجھ پر رحم کریں، کہ او ہو! میں بچپن میں تو اس طرح رہا کرتا تھا، اب مجھے کپڑوں کے تحفے دیں۔ یہ نتیجہ بالکل نہیں نکلتا۔ اگر کوئی یہ نتیجہ نکالتا ہے تو بڑی بیوقوفی کرتا ہے۔ کوئی تحفہ نہیں آنا چاہیئے زیادہ سے زیادہ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب آپ (ربوہ) میں جائیں اور

باقی صفحہ ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نسیم سیفی

کاغذی ہے پیرہن

اس تصویر میں جو اس وقت زیر نظر ہے اور جس کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں امریکہ کے قونصل جنرل، پاکستانی سفارت خانے کے قائم مقام سفیر پاشا صاحب، صدر مملکت نائیجیریا، مسٹر اوساڈیبو مشرقی نائیجیریا کے گورنر اور خاکسار موجود ہیں۔ تصویر کو دیکھ کر مجھے ذاتی طور پر پہلا احساس یہ ہوتا ہے کہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو پیش پیش ہو کر ہر بات میں دخل دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ میں ان سارے افراد کے ساتھ تو ہوں لیکن محض ان کی معیت کے لئے اور ان کی گفتگو سننے کے لئے ان چاروں کے پیچھے کھڑا ہوں۔ شائد یہی میری طبیعت ہر موقعہ پر مجھے کسی قدر دوسروں سے پیچھے رکھتی ہے۔ آگے آنے کے لئے شائد صرف ایک بات مجھے آمادہ کرتی ہے وہ ہے کسی خاص بات پر گفتگو کا آغاز اگر ایسا ہو جائے اور مجھے اس میں کہنے کا کچھ موقعہ ملے تو میں یقیناً آگے بڑھ کر بات کرتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو تو میں سامع زیادہ ہوں اور گفتگو کرنے والا کم۔ لیکن یہ بات ہر موقع سے الگ الگ رنگ میں تعلق رکھتی ہے کیونکہ بعض حلقوں میں میرے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کوئی گفتگو ہو یا بحث ہو تو میں اس میں خاصا ڈوب کر حصہ لیتا ہوں۔ امریکی قنصل جنرل سے اس موقعہ کے علاوہ اس وقت ملاقات ہوئی جب امریکہ کی مارشل پلان کے بہت بڑے کارکن نائیجیریا آئے تو صدر مملکت کے محل میں لیگوس کے معززین کو بلایا گیا۔ مارشل پلان کے اس اہم کارکن نے اپنی سکیم کے متعلق بہت کچھ بتایا اور حاضرین کی باتیں سن کر ان کے جواب بھی دئے۔ اس موقعہ پر بھی ملاقات ہوئی اور اس کے علاوہ ایک اور موقعہ پر بھی جب انہوں نے آزادی کے دن کی تقریبات میں دیگر لوگوں کے علاوہ خاکسار کو بھی مدعو کیا ہوا تھا۔ اس موقعہ پر یہ دیکھ کر بڑا لطف آیا۔ کہ ان کے سفارت خانے سے اندر جو روشیں تھیں ان میں دو رویہ مٹی کے دئے جل رہے تھے۔ امریکہ جیسا اہم اور امیر ملک اور مٹی کے دئے جیسی روشنی ایک ایسا تضاد پیش کرتے تھے جسے خاصا لذیذ کہا جا سکتا ہے۔ اس وقت یاد آیا کہ سکول میں ایک انگریزی نظم پڑھی تھی۔ جس میں ہندوستان کے تضادات کا یوں ذکر تھا۔ کہ ایک طرف بیل گڈے چلا رہے ہیں اور دوسری طرف ہوائی جہاز اڑ رہے ہیں۔ یہاں بھی کچھ ایسا ہی احساس پیدا ہوا۔ ایسے مواقع پر زیادہ گفتگو تو نہیں ہوتی کیونکہ میزبان نے بہت سے لوگوں سے تعارفی ملاقات کرنی ہوتی ہے اور ایک ایک دو دو فقروں میں مختلف لوگوں کو بھگتا دیا جاتا ہے لیکن اس کا ایک فائدہ ضرور ہوتا ہے اور وہ یہ کہ آپس کے تعلقات بڑھتے ہیں اور جب کبھی کسی کام کے سلسلے میں ضرورت پیش آتی ہے تو ایسے مواقع کے حوالے خاصے کام آتے ہیں۔ امریکہ کے ساتھ ایک اور وقت میں بھی تھوڑا سا تعلق بڑھا اور وہ موقعہ تھا بلی گراہم کے نائیجیریا آنے کا اس کی آمد پر اور اس کے نائیجیریا میں قیام کے دوران احمدیہ مشن نے جو کچھ کیا اس کی رپورٹیں امریکہ کے کئی اخبارات میں شائع ہوئیں۔ چنانچہ ایک اخبار ٹوینٹیتھ سنچری نے تو اس سلسلے میں خاکسار اور احمدیہ مشن کا ذکر کرتے ہوئے دو ایڈیٹوریل تحریر کئے۔ اور بلی گراہم کو یہ مشورہ دیا کہ وہ جس ملک میں اپنا پیغام لے کر جاتے ہیں اس کا انہیں بغور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور جو مذاہب وہاں موجود ہوں ان کے متعلق پوری واقفیت حاصل کرنی چاہیئے وہاں سے مجھے کئی خطوط ملے جو ان احباب کے تھے جنہوں نے مختلف اخبارات میں بلی گراہم کے نائیجیریا آنے کی روداد پڑھی تھی۔ احمدیہ مشن کے پتہ پر ان خطوط کا ملنا اس بات کی دلیل تھی۔ کہ خدا کے فضل سے اس سلسلے میں امریکہ کے اکثر حلقوں میں نائیجیریا کے احمدی مشن کا ذکر ہوا ٹائم رسالہ جو امریکہ ہی سے شائع ہوتا ہے اس نے ہمارے ایک پمفلٹ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اس میں کیا پانچ نکات پیش کئے گئے ہیں۔ اس مختصر سے پمفلٹ کا نام ہی "یاد رکھنے کے قابل پانچ نکات ہے" لکھا گیا کہ یہ پانچ نکات پیش کئے گئے اور اس پمفلٹ کو خاصی بڑی تعداد میں تقسیم کیا گیا۔ لائف رسالے نے اس دورے کے متعلق یا یوں کہنا چاہیئے کہ بلی گراہم کے سارے افریقہ کے دورے کے متعلق لکھا کہ نائیجیریا میں اس کو سب سے زیادہ مقابلہ کا سامنا کرنا پڑا۔ پاشا صاحب پاکستان کے قائم مقام سفیر تھے۔ ایک نہایت شائستہ اور شگفتہ شخصیت رکھنے والے۔ ان سے ہمارے خاصے دوستانہ تعلقات تھے اور اس سلسلے میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ خوب خوب دوست نواز تھے ان کے بعد خواجہ شہاب الدین صاحب پورے سفیر بن کر آئے تو ان کے ساتھ بھی خدا کے فضل سے احمدیہ مشن کے بہت اچھے تعلقات استوار ہوئے ان باتوں کا کس حد تک پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے ڈاکٹر نیمیڈی ازکوے امریکہ کے تعلیم یافتہ تھے نائیجیریا میں پانچ روزناموں کے مالک تھے اور انہیں پریس لارڈ کہا جاتا تھا۔ غانا مشن اور نائیجیریا مشن سے ان کے خاصے اچھے تعلقات تھے شائد پہلے یہ بات کسی اور مضمون میں کہی جا چکی ہے کہ جب یہ امریکہ سے واپس آئے تو انہیں جرنلزم کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہوئی۔ غانا میں انہوں نے ہمارے مربی انچارج کو یہ پیشکش کی کہ اگر احمدیہ جماعت کوئی روزنامہ شائع کرنا چاہے تو کچھ عرصہ کے لئے یہ اس کی ادارت کریں گے۔ جب نائیجیریا پہنچے تو انہوں نے اپنے روزناموں کا آغاز کیا اور ایک دو پر تسلی نہ ہوئی تو پورے پانچ روزنامے انہوں نے ملک کے مختلف حصوں سے جاری کر دیئے مسٹر اوساڈیبے جو مشرقی نائیجیریا سے تعلق رکھتے تھے اور وہاں کے اس وقت وزیر اعلیٰ تھے نہایت شائستگی کے ساتھ بات کرنے میں وہاں کے لوگوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ بات تو عجیب سی لگتی ہے۔ کہ اتنا شائستہ گفتگو کرنے والا انسان سیاست میں اتنا آگے آ جائے کہ ایک علاقے کا وزیر اعلیٰ بن جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ آہستگی سے بات کرتے تھے اور لوگوں کے دل موہ لیتے تھے۔ ہمارے ساتھ بھی ان کے اچھے تعلقات تھے۔ احمدیہ جماعت کے متعلق وہ جب بھی بات کرتے اس کی کسی نہ کسی خوبی کا ذکر کرتے۔ دراصل نیمڈے ازکوئے اور اوساڈیبے جو دونوں مشرقی نائیجیریا سے تعلق رکھتے تھے ان لوگوں میں سے تھے جو اپنے حلقے میں بہت زیادہ لکھے پڑھے تھے اور لکھے پڑھے ہونے کے علاوہ جنہیں اس بات کا خیال تھا کہ انہوں نے اپنی قوم کو اٹھانا ہے اور دنیا جو آگے سے آگے نکلتی چلی جا رہی ہے اس کے ساتھ قدم بقدم چلانے کی کوشش کرنی ہے۔ چنانچہ ان دونوں میں ان کے سیاستدان ہونے کے باوجود شائستگی تھی نرمی سے بات کرتے تھے اور نہایت محبت اور پیار کے ساتھ لوگوں کا ذکر کرتے تھے۔

نیمڈی ازکوئے نے جب بھی غانا کی احمدیہ جماعت کا ذکر کیا نہایت پیار اور محبت سے کیا۔

نائیجیریا میں خاکسار کو اس بات کا موقعہ ملا کہ ان کے ایک بہت بڑے اخبار ویسٹ افریقن پائلٹ میں خاکسار کے اپنے مضمون بھی چھپے اور خاکسار کے متعلق اس اخبار میں دوسرے لوگوں نے بھی لکھا۔ ان چاروں افراد کی معیت میں جو گفتگو سننے میں آئی۔ اس کا تعلق امریکہ سے بھی تھا اور نائیجیریا سے بھی۔ نائیجیریا کے متعلق زیادہ تر باتیں صدر مملکت نیمڈی ازکوئے نے کیں۔ اور جیسا کہ اس تصویر سے ظاہر ہے یہ سب باتیں انہوں نے مسکرا کر اور ہنس کر کیں چونکہ وہ خود امریکہ سے تعلیم حاصل کر کے واپس آئے ہوئے تھے۔ اس لئے انہیں امریکہ کے ساتھ انس بھی تھا وہ قنصل جنرل سے باتیں کرتے دکھائی دے رہے ہیں اور ان کی باتیں یقیناً امریکہ کے لئے تعریفی کلمات پر مشتمل ہیں

ڈاکٹر نیمیڈی ازکوئے صدر مملکت نائیجیریا سے قریبی تعلقات کے نتیجہ میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب وہ کسی بڑی شخصیت کو اپنے محل میں کسی تقریب کے موقعہ پر بلاتے تھے تو مجھے خاص طور پر بلا کر ان سے ملواتے۔ ایسا ہی ہیل سلاسی کے وقت میں ہوا۔ میں کچھ دور کھڑا تھا نیمڈی ازیکوئے نے آواز دی اور کہا آئیے شاہنشاہ ہیل سلاسی سے ملئے۔ اسی طرح قنصل جنرل سے جب وہ قریب آئے اور گفتگو شروع کی تو ادھر ادھر دیکھ کر مجھے بلایا اور چاہا کہ میں بھی ان کی گفتگو میں شامل ہو جاؤں یا کم از کم

باقی صـ ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محمد صدیق گورداسپوری

پولیس کا کردار

ہر ملک میں پولیس کا محکمہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ یہ محکمہ جہاں ایک طرف مجرموں کی سرکوبی کے لئے ضروری ہے وہاں پُر امن شہریوں اور شرفاء کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔ اور اگر یہ محکمہ فرض شناسی کا ثبوت دے تو نہ صرف یہ کہ جرائم کی تعداد بہت کم ہو سکتی ہے بلکہ ہر شخص مشکل وقت میں اس محکمہ کے اہلکاروں کو اپنی مدد کے لئے مستعد پاتا ہے مگر بدقسمتی سے کئی ممالک میں یہ محکمہ اپنے کردار کے لحاظ سے بہت بدنام ہو چکا ہے اور پولیس میں اور عوام میں اتنا بُعد پیدا ہو چکا ہے کہ ہر شخص کی پولیس کا نام سنتے ہی ایک لمحہ کے لئے تو جان ہوا ہو جاتی ہے کہ اب پتہ نہیں کیا ہو گا۔ قصور ہو یا نہ ہو بے عزتی تو ضرور ہو گی اور گالیاں تو ضرور سننی پڑیں گی اور آخر مک مکا پر جان چھوٹے گی۔ مگر یورپ اور امریکہ میں یہ محکمہ بہت حد تک ایسی باتوں سے مبرّا نظر آتا ہے۔ اور واقعتہً ان کے اندر انسانی ہمدردی فرض شناسی پائی جاتی ہے۔ اور مشکل وقت میں مناسب مدد فراہم کرنا ان کا اصول ہے اور وقت کی قدر و قیمت کو جانتے ہوئے یہ انسان سے سلوک کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں دو واقعات پیش کرنا چاہتا ہوں جو مجھے امریکہ میں پیش آئے۔

جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کی ہر سال ایک کنونشن منعقد ہوتی ہے۔ جسے سالانہ جلسہ کہہ سکتے ہیں۔ اس کے انتظامات اور پروگرام انہیں لائنوں پر مرتب کئے جاتے ہیں جن کو جلسہ سالانہ قادیان یا ربوہ میں مدّنظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۷۴ء کی سالانہ کنونشن مورخہ ۳۰ اگست تا یکم ستمبر بوسٹن (BOSTON) میں منعقد کی جانی قرار پائی۔ اس میں شرکت کے لئے خاکسار واشنگٹن سے بذریعہ کار مکرم میر عبدالکریم صاحب کے ہمراہ مورخہ ۲۹ اگست کو روانہ ہوا کار مکرم میر صاحب ڈرائیو کر رہے تھے راستہ میں کچھ دیر کے لئے ہم نیویارک میں رکے پھر آگے روانگی ہوئی ہائی وے پر ایک دریا کے پل پر سے گذرنا تھا جو ایک موڑ پر واقع تھا چنانچہ جب ہم وہاں پہنچے تو کار کچھ تیز رفتاری کی وجہ سے پل کی طرف مڑتے ہوئے پل کے جنگلہ سے جا ٹکرائی یہ تو اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ کار بجائے آگے دریا میں گرنے کے واپس سڑک پر آرہی اور قدرتی طور پر اس وقت آگے پیچھے سے بھی کوئی کار نہیں آرہی تھی۔ ورنہ حادثہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ بہر حال کار کی ایک لائٹ ٹوٹ گئی۔ بمپر اور مڈگارڈ کو بھی نقصان پہنچا جس سے کار کا ایک پہیہ جام ہو گیا۔ ابھی ہم چند ہی منٹ ٹھہرے تھے کہ پولیس کی ایک کار ہمارے نزدیک آ کھڑی ہوئی اور آتے ہی پولیس مین نے ہم سے یہ پوچھا ARE YOU SAFE کہ کیا آپ محفوظ ہیں۔ پھر اس نے ہم سے بغیر پوچھ گچھ کے کار سے اپنے اوزار نکالے اور ہمارے ساتھ کار کی مرمت میں مصروف ہو گئے۔ مڈگارڈ اور بمپر کی مناسب مرمت کی گئی جس سے کار چلنے کے قابل ہو گئی کیونکہ انجن ٹھیک تھا۔ اب وہ پوچھنے لگے کہ کیا میں آپ کا کیس رجسٹر کر لوں کیونکہ یہ چیز آپ کو انشورنس سے نقصان کی تلافی میں مدد دے گی۔ مکرم میر عبدالکریم صاحب نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ کار کی انشورنس تھرڈ پارٹی کی تھی۔ اس پر پولیس مین نے کہا کہ بہت اچھا SAFE JOURNEY کہ اللہ تعالیٰ سفر میں آپ کی حفاظت فرمائے اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور ہم بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے شام سے قبل بخیریت بوسٹن (BOSTON) پہنچ گئے۔

دوسرا واقعہ ۱۹۷۶ء کے شروع میں واشنگٹن شہر میں پیش آیا جبکہ میں اپنا ڈرائیونگ لائسنس لینے کے لئے ٹیسٹ دینے جا رہا تھا۔ میں ایک چوراہے پر سرخ بتی کی وجہ سے کھڑا تھا۔ جب سبز بتی ہوئی تو میں نے کار چلا دی۔ دوسری طرف سے ایک شخص تیز آرہا تھا اور سرخ بتی پر کار روک نہ سکا۔ اور اس کی کار میری کار سے آٹکرائی گو نقصان زیادہ نہ ہوا۔ اب دونوں کی کاریں وہاں کھڑی ہو گئیں اسی اثناء میں ایک پولیس مین وہاں آگیا اور اس نے ہم دونوں کے بیان لئے۔ پھر وہاں موجود بعض اور دوستوں سے بطور گواہ کچھ پوچھ گچھ کی اور ہمارے ایڈریس وغیرہ لے کر کہا کہ آپ اب جا سکتے ہیں جب پولیس کی طرف سے تمہیں طلب کیا جائے تو آجانا۔ یہ صبح کا وقت تھا۔ اور ہر شخص اپنے اپنے کام پر جانے کے لئے بے تاب تھا لہٰذا اس پولیس مین نے اس کا احساس کرتے ہوئے کہ یہ کام پر جانے میں لیٹ نہ ہو جائیں اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیا۔ اور بغیر کسی قسم کی مزید گفت و شنید کے ہمیں فوراً جانے کی اجازت دے دی۔ اور ٹریفک کی روک بھی دور کر دی۔ میں پھر بھی اپنے وقت مقررہ سے صرف ۵ منٹ لیٹ ہو گیا جس کی وجہ سے میں اپنی باری ضائع کر گیا۔ اور ایک ماہ مزید مجھے ٹیسٹ کے لئے انتظار کرنا پڑا۔ کیونکہ یہاں وقت مقررہ پر پہنچنا ضروری ہے۔

اب ہوا یہ کہ قریباً ایک ہفتہ کے بعد مجھے پولیس سٹیشن سے فون آیا کہ چونکہ دونوں کاریں ایک ہی انشورنس کمپنی میں رجسٹر تھیں اور کمپنی نے خود ہی اس کیس کے فیصلہ کی ذمہ داری لے لی ہے لہٰذا مجھے اب پولیس سٹیشن آنے کی ضرورت نہیں کیس ختم کر دیا گیا ہے۔

خدا کرے ہر ملک میں بھی پولیس کے اہلکار اسی قسم کی فرض شناسی کا ثبوت دیں اور لوگوں کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کا فریضہ بغیر کسی قسم کے لالچ اور طمع کے سرانجام دے کر ملک اور قوم کے لئے ایک مفید۔ ہمدرد اور کارآمد اہلکار ثابت ہوں۔ تاکہ ملک کا ہر فرد بغیر کسی قسم کے خوف کے بوقت ضرورت ان کو اپنی مدد کے لئے پکار سکے۔

بشیر احمد شاہد

لیزر ـــ ایک مفید اور مؤثر علاج

تکلیف خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہو خدا تعالیٰ نے ہر مرض کی شفاء کے لئے کوئی نہ کوئی اسباب ضرور مہیا کر دیئے ہیں لیکن سب سے بڑی بات تو اس کا فضل شامل ہونا چاہیئے۔ اگر اس کا فضل شامل حال ہو جائے تو پھر ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

خاکسار تقریباً ایک سال سے گردے میں پتھری پیدا ہو جانے کی وجہ سے کافی پریشان تھا جو حد سے زیادہ پرہیز اور علاج کے باوجود بڑھتی جا رہی تھی اور اب یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ بعض اوقات زیادہ چلتے یا کچھ دیر بیٹھنے سے تکلیف ناقابل برداشت ہو جاتی تھی۔ جو پھر نفسیاتی طور پر مزید گھبراہٹ کا سبب بن جاتی۔

اس دوران متعدد ٹیسٹ وغیرہ بھی کروائے گئے۔ مگر نتیجہ اپریشن ہی نکلا جو کہ ڈاکٹروں کی رائے میں اب مزید انتظار کرنا گردے کو مزید نقصان پہنچنے کے مترادف تھا۔

لہٰذا اب یہ فیصلہ کرنا مقصود تھا کہ اپریشن کروایا جائے اور پتھری کو نکلوایا جائے یا پھر LAZER کے ذریعہ پتھری کو توڑ کر نکلوایا جائے۔ مگر اس مرحلہ پر بھی مختلف آراء سامنے آئیں مگر کچھ سمجھ نہ آرہا تھا کہ کیا کیا جائے اور ذہن عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گیا۔ آخر سوچا کہ یہ سب آراء بے حقیقت ہیں۔ تم اپنے خدا تعالیٰ کی طرف کیوں رجوع نہیں کرتے جو بڑا ہی مہربان اور فضل کرنے والا ہے۔ جو راہنمائی بھی کرتا ہے اور شفاء بھی دیتا ہے۔ چنانچہ جب ذہن خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو خدا شاہد ہے میرے دل کی عجیب کیفیت ہوئی جُوں جُوں دعا کی مجھے سکون قلب نصیب ہوتا گیا۔ آخر پیارے خدا تعالیٰ نے مجھے واضح طور پر سمجھا دیا کہ اس کا علاج LAZER ہی بہتر ہے۔ چنانچہ اس کیلئے علاج خاکسار لاہور چلا گیا۔ اور متعلقہ ڈاکٹر فرخ۔ اے۔ خاں صاحب سے وقت لے کر پتھری کو RAYS کے ذریعہ نکلوا لیا۔

اس جگہ میں یہ ذکر بھی کر دوں کہ مجھے قطعاً کوئی تکلیف نہیں ہوئی کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوا اور میں تو آرام سے اس مشین والی ٹیبل پر لیٹا ہوا تھا سوائے ٹک ٹک کی آواز اپنے کانوں سے سننے کے کچھ نظر نہ آرہا تھا۔ مگر ڈاکٹرز صاحبان سکرین پر اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہے تھے اور تقریباً ۳۵ منٹ میں میرا LAZER کا اپریشن اختتام پذیر ہوا۔ خاکسار جیسے اپنے قدموں پر چل کر اپریشن روم میں گیا تھا بالکل اسی طرح اپنے قدموں پر

باقی صفحہ ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک چھوٹی سی بات

سڑک کے کنارے تمام بجلی کے بلب جل رہے تھے۔ سوائے ایک کے جب میں اس کے پاس سے گذرا تو میں نے سر اٹھا کر بلب کی طرف دیکھا میرا ننھا ساتھی کہنے لگا انکل یہ بلب کل تک تو موجود تھا۔ آج ایک بچے نے یہاں بجلی کی تاروں پر بیٹھی ایک چڑیا کو غلیل سے مارنا چاہا۔ تو اس کا غلیلہ چڑیا کو لگنے کی بجائے بلب میں لگا اور بلب ٹوٹ گیا۔ اسی بچے نے دو چار دن پہلے ایک چھوٹے سے درخت پر بیٹھی چڑیا پر نشانہ لگایا اور اس کا غلیلہ پاس والے گھر میں جا کر ایک ننھی بچی کے سر پر گرا جب اس بچی کے باپ نے بچی کو روتے دیکھا اور اس کے پاس ہی ایک غلیلہ پایا تو باہر نکل کر اس نے غلیلہ پھینکنے والے کی تلاش شروع کی۔ پتہ چلا کہ ایک بچہ جو رواں دواں تھا۔ اس نے چڑیا کے شکار کیلئے یہ غلیلہ چلایا۔ وہ اس سے ناراض ہوا میرا ننھا ساتھی کہنے لگا کہ انکل کسی طرح ایسے بچوں کو گھروں کے آس پاس غلیل چلانے سے روکنا چاہیئے۔ اگر یہ شکار کرنا ہی چاہتے ہیں تو ذرا بستی سے باہر چلے جایا کریں۔

اسی طرح میں نے ایک بچے کو دیکھا کہ ایک گھر کے سامنے جو نہایت خوشنما پھول لگے ہوئے تھے۔ وہ آنکھ بچا کر ان پھولوں کو توڑ رہا تھا۔ پھول تو خوبصورتی کا باعث ہوتے ہیں۔ کمروں میں ان کی تصویریں لگائی جاتی ہیں اور گلدانوں میں تازہ پھول بھی۔ صحن میں ان کے پودے لگائے جاتے ہیں اور گھر کے باہر بھی ایسے پودے لگانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو پھول دار ہوں بڑی سڑکوں پر بعض اوقات ایسے درخت لگائے جاتے ہیں جو ایک موسم میں پھولوں سے لد جاتے ہیں۔ میں نے مصر میں قیام کے دوران دیکھا کہ سڑکوں پر سرخ پھولوں والے بڑے بڑے درخت دو رویہ لگے ہوئے تھے۔ اور وہ پھول سڑکوں کو اتنا خوشنما بناتے تھے کہ دیکھ کر حیرت بھی ہوتی تھی اور خوشی بھی۔ اگر ہر جگہ سڑکوں پر پھول لگائے جائیں اور انہیں بے وجہ توڑنے والا کوئی نہ ہو تو کتنا اچھا لگے گا۔

حضرت امام جماعت الثالث نے ربوہ کو زیادہ سے زیادہ خوبصورت بنانے کے لئے فرمایا تھا کہ گھروں کے آگے درخت لگائے جائیں اور بہت سے لگائے بھی گئے۔ اگر اب بھی اس بات کو جاری رکھا جائے تو میرا خیال ہے کہ جلد ہی سارے ربوہ کی گلیاں اور سڑکیں خوشنما درختوں سے اس کی خوبصورتی میں اضافہ کریں گی۔ آج کل خدا کے فضل سے ربوہ میں تزئین کمیٹی بہت کچھ کرتی نظر آتی ہے لیکن ہم سب کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہم اس تزئین کمیٹی کا ہاتھ نہیں بٹائیں گے تو یہ بہت کچھ نہ کر پائے گی۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی ربوہ کو ایک مثالی شہر بنانے کے لئے اسے خوبصورت سے خوبصورت بنانے کی سعی کریں۔

مکرم عبدالباسط شاہد صاحب لکھتے ہیں:

ایک مجلس میں بعض متفرق امور پر گفتگو ہو رہی تھی ایک صاحب نے توجہ دلائی کہ مختلف مجالس اور دعوتوں میں وقت کا بہت زیادہ ضیاع ہوتا ہے۔ میٹنگ ۵ بجے شروع ہونے والی ہو تو ۴ بجے شروع ہونے کی اطلاع کی جاتی ہے اور اس امر کو احتیاط سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح کھانا تو ۲ بجے شروع کرنے کا ارادہ ہوتا ہے مگر اطلاع ایک یا ڈیڑھ بجے کی کی جاتی ہے اور اسے بھی احتیاط کا نام دیا جاتا ہے۔ مگر وہ شخص جو اطلاع کے مطابق اور بہتر اخلاق و اقدار کا مظاہرہ کرتے ہوئے صحیح وقت پر پہنچ جاتا ہے وہ اپنے آپ کو ایک عجیب صورت حال سے دوچار پاتا ہے۔ بعض جگہ تو ابھی منتظمین بھی موجود نہیں ہوتے۔ بعض جگہ ابھی ابتدائی انتظامات ہو رہے ہوتے ہیں اس صورت میں صحیح وقت آنے والے کو ناقابل بیان کوفت اور تکلیف تو ہوتی ہی ہے۔ وقت کے ضیاع کا نقصان مزید برآں ہوتا ہے اگر تقریب کے مقررہ وقت کی ٹھیک اطلاع دی جاوے اور تقریب وقت پر شروع اور وقت پر ختم ہو تو مذکورہ خرابیوں سے بچنے کے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

بقیہ: صد ۳ سے آگے

اپنے غریب بھائیوں کو دیکھیں، ظاہری لباس سے بھی عاری جو ان کے لئے کافی نہ ہو تو ان کی ہمدردی کریں۔ ان کو لباس پہنائیں کیونکہ ہر لباس کے بدلے آپ کو تقویٰ کا لباس مل رہا ہو گا۔ آپ کو اللہ کی محبت کا لباس مل رہا ہو گا۔ وہ لباس ایک ایسا لباس ہے جو مادی لباس سے مستغنی بھی ہے اور کبھی کبھی اس کے ساتھ تعلق بھی جوڑ لیا کرتا ہے۔ خدا کی رضا کی خاطر اپنے غریب بھائیوں کی خدمت کریں۔ عیدوں پر ان کو اچھے کپڑے پہنائیں۔ ان کے لئے سردیوں کے کپڑوں کا انتظام کریں۔ یہ نتیجہ نکلتا ہے۔

دوسرے یہ بھی نتیجہ نہیں نکلتا کہ جو شخص بظاہر لباس سے مستغنی ہے وہی نیک ہے۔ یہ بھی بالکل جھوٹ ہے۔ کیونکہ تقویٰ کا لباس ظاہری نہیں وہ اندر گھسا ہوا ہے۔ یہ عجیب و غریب بات ہے تقویٰ کا چونکہ روح سے تعلق ہے اس لئے لباس نام ہونے کے باوجود یہ نظر نہیں آتا۔ یہ روح کے گرد لپٹی ہوئی کوئی چیز ہے جو باطن میں ہے۔ اس لئے اگر آپ نے ظاہری لباس پر بنا کی تو یہاں بھی آپ دھوکہ کھا جائیں گے۔ ہزار دفعہ صوفی منش بزرگ نظر آنے والے لوگ خدا کی نظر میں ہو سکتا ہے متقی نہ ہوں ہزار دفعہ ایسا بھی ہو گا کہ بظاہر لباس بڑے فاخرانہ ہیں، دنیاداری کے نظر آتے ہیں اچھے اور قیمتی کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور فی الحقیقت ان کے اندر تقویٰ بھی موجود ہے۔

ایسا ہی واقعہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے ساتھ ہوا اتنا بڑا مقام ہے آپ کی ولایت کا، اتنا عظیم الشان مقام کہ حضرت ربانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس کی تصدیق فرمائی اور بڑی محبت کا اظہار فرمایا۔ ان کے متعلق آتا ہے کہ فاخرانہ لباس پہنا کرتے تھے یعنی دنیا جس کو فاخرانہ سمجھتی تھی۔ بڑے قیمتی قیمتی جوڑے۔ بہت اعلیٰ قسم کے سجے ہوئے جن پر ہاتھ کی سب زینتیں لگائی ہوئی ہوتی تھیں، وہ آپ استعمال کرتے تھے۔ تو کسی مرید نے اپنی لاعلمی میں سوال کر دیا کہ حضرت! آپ اتنے بزرگ ہو کے لباس کیوں اچھا پہنتے ہیں؟ انہوں نے کہا اچھا کیا تم نے پوچھ لیا، بدظنی نہیں کی خدا کی قسم! میں کوئی جوڑا نہیں پہنتا جب تک میرا خدا مجھے نہیں کہتا کہ عبدالقادر! اٹھ اور یہ کپڑے پہن۔ میں ان کپڑوں سے بے نیاز ہوں میرے مولا کی ایک یہ بھی نظر ہے دنیا کو سبق دینے کی

(الفضل ۸، ستمبر ۱۹۸۲ء)

"ہمیشہ جب کوئی انسان ایسا لباس پہنے جس کو دیکھ کر یوں محسوس ہو کہ وہ لباس کے ساتھ لٹکا ہوا ہے تو وہاں طبیعت میں ایک انقباض پیدا ہو جاتا ہے طبیعت مکدر ہو جاتی ہے اور رحم آتا ہے۔ کیونکہ آدمی یہ فیصلہ تو نہیں دے سکتا کہ یہ غیر متقی ہے کیونکہ اس کا یہ مقام ہی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ اور بات ہو لیکن وہ شخص خود ضرور جان سکتا ہے جس کی یہ کیفیت ہے۔

اس لئے میں آپ کو یہ نہیں کہہ رہا کہ آپ دوسروں کے لباس دیکھ کر یہ فیصلہ کیا کریں کہ وہ لباس کا آقا ہے یا لباس اس کا آقا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے لباس کے بارے میں ہمیشہ یہ فیصلہ کیا کریں اور اپنے نفسیاتی پس منظر کا بڑی باریک نظر سے مطالعہ کیا کریں کہ آیا آپ لباس کے غلام بن رہے ہیں یا لباس آپ کا غلام بن رہا ہے؟ آپ وہ ہینگر ہیں جس کے اوپر ماڈل کے طور پر لباس لٹکائے جاتے ہیں یا وہ انسان ہیں جن کی زینت کی خاطر لباس بنائے جاتے ہیں؟ اگر آپ اپنا یہ زاویۂ نگاہ درست کر لیں تو آپ کا ظاہری لباس بھی متقیانہ ہو جائیگا، وہ بھی صحیح ہو جائے گا۔

ان سب باتوں کو ملحوظ رکھنے کے بعد پھر اگلا قدم آتا ہے یعنی تقویٰ کے لباس کی حقیقت کیا ہے؟ تقویٰ کا لباس انسان کی ہر خامی کو ڈھانپ لیتا ہے اور تقویٰ کے مطابق ہی انسان کو زینت ملتی ہے۔ تقویٰ کا لباس نہ ہو تو جہاں جہاں لباس نہیں ہو گا وہاں وہاں سے بدن ننگا ہو جائے گا۔ وہ روحانی لحاظ سے دھوپ کا بھی شکار ہو گا اور سردی کا بھی شکار ہو گا اور خدا اور خدا والوں کی نظر میں وہ چیتھڑوں میں ملبوس شخص جیسا ہو گا جتنا یہ لباس کامل ہوتا چلا جائے روحانی بدن ڈھکتا چلا جاتا ہے اور زینت عطا ہوتی چلی جاتی ہے"۔

(الفضل ۸۔ ستمبر ۱۹۸۲ء)

بقیہ: صد ۵ سے آگے

چل کر واپس باہر آیا۔ اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میرا پیارا خدا ہر آن میرے ساتھ رہا۔ یا یوں کہیئے کہ ایک خواب تھا جو حقیقت اور تعبیر کی صورت میں میرے سامنے آگیا۔

آخر میں اپنے پیارے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے احباب سے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ وہ محض اپنے فضلوں سے آئندہ بھی مجھے ہر قسم کی تکالیف سے محفوظ رکھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ صـ۱ سے آگے

ساری زندگی میں اس کو جاری کر لیتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اس عربی نصف مصرعہ کا ذکر فرمایا جو ایک نظم میں بار بار آتا ہے اور یہ نظم بھی جماعت احمدیہ میں بار بار پڑھی جاتی ہے۔ یہ مصرع ہے

سبحان من یرانی

جس کا ترجمہ ہے کہ پاک ہے وہ ذات جو مجھے دیکھ رہی ہے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا یہ بہت گہرا احساس ہے۔ یہ احساس کہ میں خدا کی نظر میں ہوں۔ یہ انسان کو ہر قسم کے گناہوں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کوئی مجرم یہ معلوم کرلے کہ جرم کرتے وقت وہ قانون کی نظر میں ہے تو شاید ہی کبھی وہ کوئی جرم کرنے کی جرأت کر سکے۔ اسی طرح عبادت کے وقت خدا کی حضوری کا خیال دل میں ہونا چاہیئے

حضور نے فرمایا مجھے اس حیثیت سے کوئی بھی مقام حاصل نہیں کہ میرے سامنے آئیں تو ٹوپی پہننے کے اخلاق پر عمل کریں یا بعض دیگر اخلاق کو اختیار کریں

اصل چیز تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر وقت حاضر اور موجود رہنے کا خیال دل میں پیدا کریں۔ ایک عارف باللہ کو عبادت میں جو مزہ آتا ہے کہ جس کو تجربہ نہ ہو اس کے تصور میں بھی وہ لطف نہیں آ سکتا اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ خدا کی حضوری کے اس تصور سے سرشار ہے۔ اسی تصور کو سمجھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ سے گہرا ذاتی تعلق قائم کرنا چاہیئے۔ یاد رکھیں جونہی یہ تصور آپ کے ذہن سے اترا وہیں آپ کی عبادت کھوکھلی ہونی شروع ہو جائے گی۔

یہی تصور ہے جو نہ صرف جرائم سے بچاتا ہے بلکہ زندگی کے آداب سکھاتا ہے اور پھر ایک اور رنگ میں ڈھل کر یہ خوبصورت شکل اختیار کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے پیار کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ پھر یہ مطلب بنتا ہے کہ وہ میری حفاظت کر رہا ہے اور میں کلیۃً خدا کی نظر کے حصار میں چل رہا ہوں۔

حضور ایدہ اللہ نے ضمناً فرمایا کہ جب حضرت بانیٔ سلسلہ کا کلام پڑھیں تو اچھی آواز کے ساتھ اس میں ڈوب کر پڑھیں۔ یہ اچھی آواز نئے مطالب حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ نے فرمایا من یرانی۔ وہ مجھے دیکھتا ہے اس سے انسان کو ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ میں کوئی ایسی حرکت نہ کروں جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔ تب وہ مجھے پیار سے دیکھے گا اور میری حفاظت کرے گا۔ یہ وہ تصور ہے جس کا عبادات سے گہرا تعلق ہے یہ وہ راز ہے جس کے ساتھ تمام آداب وابستہ ہیں۔ یہ ایک مرکزی تصور ہے جو ادب کی جان ہے۔

اس ضمن میں عبادت کا ایک اور ادب حضور ایدہ اللہ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک شخص عبادت کے دوران ایک پاؤں پر زیادہ زور ڈالتا ہے اور دوسرے پر کم کھڑے ہونے کی یہ وہ طرز ہے جس سے بے پرواہی ظاہر ہوتی ہے کوئی سپاہی اپنے افسر کے سامنے اس انداز میں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ اس طرح کھڑا ہو تو شاید اس کا کورٹ مارشل ہو جائے۔ اگر عبادت کے دوران ایسا کیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ نماز میں حضوری حاصل نہیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس ضمن میں ایک نہایت اہم نکتہ یہ ارشاد فرمایا کہ تہذیب بہت آہستہ رفتار سے ترقی کرتی ہے۔ یہ خدا کا کلام ہے جو دلوں کو بہت جلد روشنی عطا کرتا ہے۔ جب بھی ہم اندھیروں میں جائیں تو اسی کے ذریعے سے واپس آ سکتے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا صرف عبادت کا ذکر نہیں خدا کی حضوری کے تصور کو زندہ رکھے بغیر کوئی مذہبی قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔ اور دوسروں کو زندہ نہیں رکھ سکتی۔ یہی بنیادی بات ہے کہ ٹوپی سر پہ پہن کر عبادت کا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی بہت ہی معزز اور اہم ہستی کے حضور حاضر ہونے جا رہے ہیں۔ باقی تمام مسائل بھی اسی بنیاد کے تحت آتے جاتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ لوگ بیت الذکر میں آ کر باتیں کرنے لگ جاتے ہیں حالانکہ حکم ہے کہ بیت الذکر میں بیٹھ کر انتظار کرنا بھی عبادت کا حصہ ہے۔ اس کے پیچھے یہ بات ہے کہ عبادت سے پہلے خدا کی حضوری میں داخل ہو جاؤ۔ اس حضوری کا اثر تمہاری حرکات و سکنات سے ظاہر ہونا چاہیئے۔ اور خاموشی سے اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے اسی لئے بیوت الذکر میں بیہودہ باتیں کرنے یا بچوں کے بھاگنے دوڑنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔ اور ایسی مجالس جن کا تعلق دین سے نہیں ہے ان سے منع کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ بعض جماعتیں بیوت الذکر میں دینی مجالس کے تحت دینی مشاعرہ رکھ لیتی ہیں لیکن مشاعرہ تو مشاعرہ ہے۔ بیت الذکر کو نعروں کی کسی مجلس کے لئے اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ بیت الذکر تو اللہ کے ذکر کے لئے ہے۔ اسی کو بلند کرنا چاہیئے۔ پھر یہ حکم ہے کہ صفیں ٹھیک کرو۔ اگر صفیں درست نہ ہوں تو یہ بھی بے پرواہی کی علامت ہے جس عظیم وجود کے سامنے حاضر ہیں اس کی حضوری کا تقاضا ہے کہ صف بھی سیدھی ہو۔ کیونکہ اللہ نے جو اخلاق بیت الذکر میں اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے یہ وہی اخلاق ہیں جو دنیا میں بھی کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ یہ جو فرمایا ہے کہ صفیں سیدھی نہ ہونگی تو دل ٹیڑھے ہو جائیں گے تو سوال یہ ہے کہ دل کا صفوں کے ٹیڑھے ہونے سے کیا تعلق ہے۔ اس پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جب دل ٹیڑھے ہوں گے ان میں بے پرواہی کی کجی ہو گی تو صفیں ٹیڑھی ہو جائیں گی۔ تو مقصد یہ ہے کہ اگر دل کی چھپی ہوئی کجیاں سیدھی نہ کرو گے تو تمہاری ٹیڑھی صف یہ راز بتا دے گی کیونکہ سیدھی صف خدا کی حضوری اور عظمت کے عین مطابق ہے۔ پھر فرمایا کہ کندھے سے کندھے ملا کر کھڑے ہو۔ درمیان میں خلا نہ ہو۔ ورنہ شیطان درمیان میں آ جائے گا۔ عام زندگی میں خلا بیچ میں آ جائیں تو فتنے پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھوٹ پڑ جاتی ہے اخوت ختم ہونے لگتی ہے۔ اس کا تعلق بھی دلوں سے ہے اگر آپ کو کسی سے محبت ہے تو آپ اس سے گرمجوشی سے گلے ملتے ہیں۔ فاصلے کم کرتے چلے جانا ہی پیار کی علامت ہے ایک دوسرے میں جذب ہونے کا نام محبت ہے۔ جس کا اظہار اس فارسی شعر میں ہے کہ۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں تو ہو گیا ہوں اور تو میں ہو گیا اگر میں تن ہوں تو تو میری جاں ہو گیا ہے۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ میں کوئی اور ہوں۔ اور تو کوئی اور ہے اس شعر میں شاعر کا تصور گہری حقیقتوں پر مبنی ہے اور شاعر تبھی اچھا شاعر ہو سکتا ہے۔ جب اس کا تصور گہری حقیقتوں پر مبنی ہو۔ اور وہ سچائی میں ڈوب کر موتی لاتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا صفوں کو سیدھا کر کے اور ساتھ ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا مطلب اللہ تعالےٰ کو یہ بتانا ہے کہ تو ایک ہے اور تیری طرح ہم بھی ایک ہیں۔ اس طرح اللہ کے ادب میں ڈھل کر ایک حسین تصور قائم ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس میں تکبر کا شیطان داخل نہیں ہو سکتا وہ اس طرح سے کہ ہم خدا کے حضور اس طرح حاضر ہوتے ہیں کہ ہماری اپنی ذات کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔

اس ضمن میں حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ چاند سورج سے چھوٹا ہے لیکن چاند کی کشش کا اثر سمندر کی لہروں پر ہوتا ہے۔ اور سورج حالانکہ بڑا ہے اس کا ایسا اثر نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ چاند نزدیک ہے۔ نزدیک چیزوں کا اثر ہوتا ہے۔ دور سے معمولی فاصلے ختم جاتے ہیں۔ تھوڑی بلندی سے دیکھیں تو انسان اور جانور یا عمارات کا باہمی فرق نظر آ رہا ہوتا ہے۔ لیکن ہوائی جہاز ۳۰/۴۰ ہزار فٹ کی بلندی پر چلا جائے تو زمین پر سب کچھ ایک ہی جیسا نظر آتا ہے سب

باقی صـ۸ پر

بقیہ صـ۴ سے آگے

آنا تو ہو کہ میں ان کی موجودگی میں قونصل جنرل سے ملوں۔ میں ان سے ملا لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ میں عام طور پر ایسی گفتگو کے موقعہ پر سامع زیادہ ہوتا ہوں اور بولتا کم ہوں چنانچہ میں نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ ان کی امریکہ اور نائیجیریا کے متعلق باتیں سنتا رہا۔ ایک دو دفعہ ایسا بھی ہوا کہ شائد میری وجہ سے انہوں نے پاکستان کا بھی ذکر کیا اور نہایت اچھے الفاظ میں۔ ڈاکٹر ٹیمڈی ازیکوے کو پہلے تو یہ بات پوری طرح سمجھ نہیں آتی تھی کہ پاکستان کیوں بنا چنانچہ جب ایک ڈکشنری میں پاکستان کے متعلق میں نے یہ لکھے دیکھا کہ پاکستان کے معنے تقسیم ملک ہے تو میں نے اس ڈکشنری کے چھاپنے والوں کو خط لکھ کر اس کے آئندہ ایڈیشن میں تبدیلی کروائی تو ڈاکٹر ٹیمیڈی ازیکوے اس بات سے بہت خوش ہوئے اور پاکستان کے متعلق ہمیشہ تعریفی کلمات کہتے رہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ ص سے آگے

فاصلے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس مثال سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ جب ہم ربّ اعلیٰ کہتے ہیں بہت بڑی اور عظیم ہستی کے سامنے جاتے ہیں۔ تو سارے فاصلوں کو مٹا دینا ادب سے گہرا تعلق رکھتا ہے ورنہ تکبر کا شیطان بیچ میں آجائے گا۔ اس کا عملی مظاہرہ یوں ہوتا ہے کہ اگر کوئی گندے کپڑوں والا شخص ساتھ کھڑا ہو جائے تو صاف ستھرے قیمتی کپڑے پہننے والے کو سمٹ کر کھڑا ہونے کی اجازت نہیں اس سے کندھا ملا کر کھڑا ہونے کا حکم ہے۔ چاہے کوئی کتنا ہی گندا کیوں نہ ہو۔ ہر حال میں اس کے ساتھ مل کر کھڑا ہونا ہے۔ تاکہ ادب کا وہ تقاضا پورا ہو اور تکبر کا شیطان بیچ میں نہ آئے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ گندے کپڑے پہن کر بیت الذکر میں آجایا جائے۔ بیت الذکر میں صاف ستھرے کپڑے پہن کر ہی آنا ضروری ہے۔ بتانے والی بات یہ ہے کہ صفائی ستھرائی سے زیادہ ضروری بات ادب کا تقاضا پورا کرنا ہے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا حکم ہے کہ بیت الذکر میں جاؤ تو زینت اختیار کر کے جاؤ۔ اس سلسلے میں یاد رکھنا چاہیئے کہ سب سے اچھی زینت اور سب سے اچھا لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ اگر لباس میں تکبر ہو تو یہ لباس التقویٰ نہیں ہے۔ اسی لئے یہ بھی حکم ہے کہ عبادت کے دوران کپڑوں کو درست نہ کیا کرو ورنہ یہ لباس لباس التقویٰ نہیں رہے گا۔ اگر یہ فکر پڑ گئی کہ پتلون کی کریز خراب نہ ہو جائے یا شلوار خراب نہ ہو جائے تقویٰ کا لباس پھٹ جائے گا اور تم پھٹے ہوئے کپڑے پہن کر خدا کے حضور حاضر ہو گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو زینت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اس میں یہ حکم ہے کہ جو تمہارے پاس ہے یعنی زینت کا تعلق ہر شخص کی اپنی اوقات پر منحصر کر دیا گیا ہے۔ اس میں تکبر کیا جائے گا تو عبادت میں تکبر آجائے گا۔

بیوت الذکر کے آداب کے بارے میں مزید فرمایا جب بھی بیت الذکر میں آؤ صفائی اور پاکیزگی اختیار کر کے آؤ اس میں یہ بھی شامل فرمایا کہ کوئی ڈکار لیتا ہے یا اچھا ڈکار لیتا ہے اس سے الگ نہیں کھڑے ہونا۔ حکم ہے کہ برے ڈکار نہ پھینکا کرو۔ لیکن اس کے باوجود اکٹھے ہو کر اور جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ بیت الذکر میں اسی لئے بیہودہ حرکات اور غصہ کو برداشت کرنے کا حکم ہے۔

عبادت میں توجہ کو قائم رکھنے کے بارے میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حکم ہے کہ عبادت میں مصروف شخص کے سامنے سے نہیں گزرنا۔ اس کے بارے میں یہاں تک ارشاد ہے کہ اگر اتنے دن بھی کھڑے رہنا پڑے تو کھڑے رہو اور سامنے سے نہ گزرو انہیں ایک سجدے کا فاصلہ عبادت کرنے والے کا حق قرار دیا گیا ہے۔ اور انہیں اور خدا کے درمیان حائل ہونے کا کسی کو حق نہیں دیا گیا۔ اسی طرح عبادت کے دوران سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام کی غلطی کی بھی تعمیل کرو

حضور ایدہ اللہ نے یہ اہم بات تفصیل سے بیان فرمائی کہ اگر عبادت کے دوران امام غلطی کرتا ہے تو اس کے پیچھے کھڑے ہونے والوں کو اس کی اصلاح کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا۔ اگر کوئی انسان ایسی حرکت کرے کہ وہ امام کی اصلاح کی کوشش کرنے لگے تو اس کی بڑی غلطی ہے اس سے وہ امام سے ہی نہیں بلکہ خدا سے تعلق توڑ لیتا ہے۔ یہ اتنا اہم نکتہ ہے کہ سارے اختلافات کے باوجود اس نکتہ پر کسی کو اختلاف نہیں۔ امام اگر غلطی کرے تو صرف اتنا کہو (اللہ پاک ہے) یہ ایک گہرا عارفانہ حکم ہے کہ غلطی سے تو صرف اللہ پاک ہے۔ میں جو توجہ دلا رہا ہوں شاید میں بھی غلطی پر ہوں۔ ساتھ ہی ادب کا رنگ آگیا کہ ہم آپ کی غلطی کی طرف جو توجہ دلا رہے ہیں۔ تو آپ کو کسی تخفیف کی نظر سے نہیں دیکھ رہے۔ بلکہ ادب و احترام کو پوری طرح ملحوظ رکھ کر بات کہہ رہے ہیں۔ پھر یہ حکم ہے کہ ایک دفعہ (اللہ پاک ہے) کہنے کے بعد اس پر اصرار نہ کرو اگر امام غلطی جاری رکھے ہوئے ہے تو خاموشی کے ساتھ اس کی تعمیل کرو۔ اور اطاعت کرتے چلے جاؤ۔ بار بار (اللہ پاک ہے) کے الفاظ دہرانے کی بھی اجازت نہیں۔ اور پھر جو قریب ہیں پہلا حق ان کا ہے کہ غلطی کی طرف توجہ دلائیں (اللہ پاک ہے) کا لفظ بولتے وقت بھی عجز و انکسار کا لہجہ اختیار کریں یہ چوٹ مارنے کے انداز میں نہ بولیں۔

حضور نے فرمایا لندن میں ایک بچی نے مجھ سے سوال کیا کہ میں عبادت میں بعد میں شامل ہوئی یعنی جو غلطی امام نے کی اس کے بعد میں شامل ہوئی۔ اب کیا جب امام عبادت کے آخر میں سجدہ سہو کرے گا تو مجھے اس میں شامل ہونے کی ضرورت ہے؟ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا ضرور شامل ہونا ہے کیونکہ کوئی بھی صورت ہو کسی بھی طرح امام کی متابعت سے باہر جانے کا حکم نہیں۔ پھر بچی نے سوال کیا کہ عبادت میں میں نے ایک غلطی کی جو امام نے نہیں کی۔ تو کیا ایسی صورت میں میں علیحدہ سجدہ سہو کروں؟ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس کی وجہ بھی بہت شاندار ہے کہ انسان کی انفرادی غلطی امام کی حفاظت میں آجانے کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔

اسی طرح عورتوں کو حکم ہے کہ وہ (اللہ پاک ہے) نہیں کہیں گی بلکہ تالی بجائیں گی۔ اس کی وجہ بھی عبادت کے دوران توجہ قائم رکھنے کی ہے کہ عورت کی آواز میں بھی کشش ہوتی ہے۔ عورت کی آواز سن کر توجہ بھٹک نہ جائے۔ اسی وجہ سے عورتوں مردوں کو الگ الگ کھڑا کیا جاتا ہے۔

بعض دیگر آداب بیوت الذکر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حکم ہے کہ بیوت الذکر میں خرید و فروخت کی کوئی بات نہ کی جائے۔ یہاں تو صرف خدا سے سودے ہوتے ہیں۔ ہر قسم کی دیگر گندگی سے بیت الذکر پاک ہونی چاہیئے۔

بیت الذکر کی پاکیزگی کے ذکر میں فرمایا کہ اس بات کو معمولی نہ سمجھیں۔ بیت الذکر کی صفائی کرنا بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔ اگر خاندان مل کر بیت الذکر کی صفائی کا پروگرام بنائیں تو یہ بڑے وقار کی بات ہوگی۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ جوتوں کو اتارنے کا حکم بھی اسی وجہ سے دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایسے لوگ جن کو کوئی ایسی مرض ہے جو دوسروں کو لگ سکتی ہے تو ان کو چاہیئے کہ بیت الذکر میں آتے ہوئے اپنا موٹا کپڑا ساتھ لے کر آئیں۔ مثلاً بعض لوگوں کے ماتھے پر ایگزیما ہے۔ وہ سجدہ کریں گے تو بیت الذکر میں ایگزیما کے جراثیم رہ جائیں گے جو دوسروں کو آسانی سے لگ سکتے ہیں۔ بعض لوگوں کے ہاتھوں یا جسم پر ناسور ہوتے ہیں جو رس رہے ہوتے ہیں۔ اب یہ تو حکم ہے کہ گندے ہاتھوں والے کا ہاتھ تکبر سے نہ جھٹکو مگر ساتھ ہی ایسے ہاتھوں والوں کا بھی فرض ہے کہ اپنی بیماری کو دوسروں تک منتقل نہ کرے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا۔ شائستہ اور مہذب قومیں اپنی بیماریوں کو پھیلایا نہیں کرتیں۔ اس ضمن میں حضور ایدہ اللہ نے جاپان کی مثال دی کہ وہاں یہ دستور ہے کہ جس کو زکام ہو وہ ناک اور منہ پر ایک سفید کپڑا باندھ لیتا ہے

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا حکم ہے کہ بیت الذکر میں پیاز کھا کر نہ آؤ جس سے گندے ڈکار آئیں۔ اس سبق کو ساری زندگی پر حاوی کرنا چاہیئے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا بیت الذکر کے آداب ساری زندگی پر حاوی ہیں۔ ان کے فلسفے سے اپنی نسلوں کو آگاہ کریں بیت الذکر سے تعلق رکھنے والی قوم دنیا کی سب سے متمدن قوم اور مہذب قوم ہوتی ہے۔ وہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی حامل ہوتی ہے۔ آپ دنیا کی بہترین قوم ہیں اور خدا کرے کہ ہمیشہ بہترین رہیں اللہ آپ کو اس کی توفیق عطا کرے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ آج میں کینیڈا سے واپس جا رہا ہوں۔ آپ نے کینیڈا کی جماعت کو محبت بھرا اسلام کہا۔

مکرم ملک بشیر احمد صاحب انسپکٹر مال وقف جدید متوجہ ہوں

مکرم ملک بشیر احمد صاحب انسپکٹر مال وقف جدید دفتر سے غیر حاضر ہیں۔ مکرم ملک صاحب جہاں کہیں بھی ہوں۔ دفتر میں فوری طور پر حاضر ہوں۔

(ناظم مال وقف جدید)

پتہ